مِلاكُ التأوِيل (۱۵)

تالیف: ابوجعفر احمد بن ابراہیم بن الزبیر الغرناطی
تلخیص و ترجمانی: ڈاکٹر صہیب بن عبدالغفار حسن

سُورةُ المَائِدَة

(۹۰) آیت ۴۶:

جو کہ پچھلی آیت کا تتمہ ہے۔

﴿وَقَفَّيۡنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمۡ بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ﴾

''اور ہم نے ان کے پیچھے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا۔''

سورۃ الحدید کی آیت ۲۷ میں ارشاد فرمایا:

﴿ثُمَّ قَفَّيۡنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيۡنَا بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ﴾

''پھر ہم نے ان کے پیچھے پیچھے اپنے رسولوں کو بھیجا اور ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا۔''

اب یہاں سوال کرنے والا سوال کرسکتا ہے کہ دونوں آیتوں میں یہ اختلاف کیوں واقع ہوا ہے؟ اور سورۃ الحدید کی آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے رسولوں کا ذکر بھی ہوا ہے' دونوں آیات کا مقصد تو ایک ہی نظر آتا ہے' لیکن ایک جگہ اختصار ہے اور دوسری جگہ تفصیل' تو آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے' واللہ اعلم' کہ سورۃ المائدۃ میں آیت ۱۲ سے بنی اسرائیل کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَقَدۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۚ وَبَعَثۡنَا مِنۡهُمُ اثۡنَىۡ عَشَرَ نَقِيۡبًا ؕ﴾

''اور ہم نے بنی اسرائیل سے عہد و پیمان لیا اور ان میں سے ہم نے بارہ سرداروں کو اٹھایا۔''

اور پھر بنی اسرائیل کا ذکر مسلسل چلتا گیا یہاں تک کہ مذکورہ آیت ۴۶ کا ذکر ہوا' اور اس کے بعد بھی آیت ۸۲ تک انہی کا ذکر چلتا آ رہا ہے۔

اب ملاحظہ ہو کہ ان تمام مجموعہ آیات میں اکثر بنی اسرائیل ہی کا ذکر ہے' انہی کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں' ان کی مجرمانہ حرکات کا تذکرہ ہے' اور یہ کہ کیسے کیسے انہوں نے اپنی کتاب میں تحریف کی' عہد و

پیمان کو توڑا' اللہ تعالیٰ نے جو شریعت اتاری تھی اس کو چھوڑ کر فیصلے کیے۔ بیچ بیچ میں ہمارے نبی مکرم ﷺ کو بھی مخاطب فرمایا کہ جس میں ان کے لیے سامانِ تسلی تھا' جیسے ارشاد ہوا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ﴾ (آیت ۴۱)

''اے رسول (ﷺ!) وہ لوگ آپ کو آزردہ نہ کریں جو کفر میں آگے آگے ہیں۔''

﴿وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ﴾ (آیت ۴۱)

''اور اللہ جسے آزمائش میں ڈالنا چاہے تو تم اللہ کے سامنے اس کے لیے کسی چیز کے مالک نہیں ہو سکتے۔''

﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ﴾ (آیت ۴۲)

''اور اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو چاہے ان کے درمیان فیصلہ کر دو یا انہیں ٹال دو۔''

اور پھر بعد کی آیات میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ (آیت ۴۸)

''اگر وہ چاہتا تو تمہیں ایک اُمت بنا دیتا۔''

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ﴾ (آیت ۴۹)

''پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے۔''

اور اس سے قبل ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا﴾ (آیت ۴۴)

''ہم نے تورات اتاری جس میں ہدایت اور روشنی ہے' اور اسی کتاب کے ساتھ وہ نبی فیصلہ دیا کرتے تھے جو (اللہ کو) ماننے والے تھے۔''

ان آیات میں بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام میں سے سوائے موسیٰ علیہ السلام کے اور کسی کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔ اور پھر یہ آیت ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام کا ان کے بعد میں آنے کا ذکر ہے:

﴿وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾

(گویا یہاں زیادہ زور بنی اسرائیل کی حکایت پر دیا جا رہا ہے جن کی ابتدا موسیٰ علیہ السلام سے ہوتی ہے اور جن کی انتہا عیسیٰ علیہ السلام پر۔ اس لیے درمیان میں کسی اور رسول یا نبی کے تذکرے کی ضرورت نہ تھی۔)

اب رہی سورۃ الحدید کی آیت تو نہ صرف اس آیت کا بلکہ پوری سورۃ الحدید کا موضوع بالکل مختلف ہے۔ یہاں اہلِ ایمان سے خطاب ہو رہا ہے' انہیں نصیحت بھی کی جا رہی ہے' ترغیب بھی دی جا رہی ہے' مثالوں سے بھی سمجھایا جا رہا ہے' ان لوگوں سے ڈرایا جا رہا ہے جو طولِ زمانہ کی بنا پر دلوں کی سختی کا شکار ہو گئے تھے' جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (آیت ۱۶)

''کیا اہلِ ایمان کے لیے یہ وقت نہیں آ گیا ہے کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے لرز اٹھیں؟''

اور اس آیت سے لے کر اختتامِ سورت تک بتایا گیا ہے کہ اہل ایمان کے فرائض کیا ہیں اور ان کے لیے

جزا کیا کچھ ہے‘ کس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور کس چیز سے روکا گیا ہے اور پھر بندوں پر بربنائے رحمت انبیاء اور رسول بھیج کر انعامِ الٰہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ آیت ۲۵ میں فرمایا:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ’’ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی کھلی نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔‘‘

مراد تمام کے تمام رسول ہیں۔ وہ بھی جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے اور جو دوسروں کی طرف بھیجے گئے اور خاص طور پر دو عظیم الشان رسولوں‘ نوح اور ابراہیم علیہما السلام کا ذکر کیا گیا‘ کہ جن کی رسولوں کے درمیان وہی امتیازی حیثیت ہے جو فرشتوں میں جبرائیل اور میکائیل کی ہے۔ اور جن دونوں کا نام کے ساتھ سورۃ البقرۃ کی آیت ۹۸ میں ذکر کیا گیا ہے‘ حالانکہ ’’ملائکہ‘‘ کے لفظ میں وہ بھی باقی دوسرے فرشتوں کے ساتھ شمار ہوتے ہیں۔

آیت ۲۶ میں نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے خصوصی تذکرے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ ہم نے ان کی اولاد میں نبوت کو اور کتاب بھیجنے کے سلسلے کو جاری رکھا۔ اور اس کے بعد فرمایا:

﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا﴾ ’’پھر ہم نے ان کے پیچھے پیچھے اپنے رسولوں کو بھیجا۔‘‘

اور یہاں اشارہ ہو گیا ان تمام رسولوں کا جو نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے تھے‘ اور چونکہ عیسیٰ علیہ السلام ان کے بعد آئے تھے اس لیے آخر میں ان کے بھیجے جانے کا تذکرہ کیا۔

اس وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ دونوں آیتوں (یعنی سورۃ المائدۃ اور سورۃ الحدید) کا موضوع جُدا جُدا ہے‘ اس لیے دونوں میں مذکورہ فرق واقع ہوا۔ اور اگر اس کے برعکس کیا جاتا تو مناسب نہ ہوتا۔ واللہ اعلم!

(۹۱) آیت ۹۲:

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾﴾

’’اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی‘ اور بچتے رہو‘ پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صاف صاف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔‘‘

اور سورۃ التغابن کی آیت ۱۲ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾﴾

’’اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی‘ اور اگر تم منہ پھیرو گے تو ہمارے رسول پر صرف صاف صاف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔‘‘

یہاں پہلی آیت میں دو الفاظ زائد ہیں جو دوسری آیت میں نہیں‘ یعنی ’’وَاحْذَرُوْا‘‘ اور ’’فَاعْلَمُوْٓا‘‘ حالانکہ دونوں آیات میں موضوع یکساں ہے‘ اور وہ یہ کہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے اور دین چھوڑنے سے منع کیا گیا ہے‘ تو اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے‘ واللہ اعلم‘ کہ سورۃ المائدۃ کی مذکورہ آیت سے قبل شراب اور دیگر محرّمات سے اجتناب

کرنے کا حکم ہے' اور ان کے حرام ہونے کے سبب کا بھی ذکر ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾﴾

''یقیناً شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے راستے سے تمہارے درمیان عداوت اور نفرت پیدا کرے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے' تو کیا تم باز آنے والے ہو؟''

اب دیکھئے کہ آخر میں جس انداز سے ان چیزوں سے رکنے کے لیے کہا گیا ہے اس میں صاف صاف ڈراوا دیا گیا ہے۔ اور اس لیے مناسب ہوا کہ اگلی آیت میں ''فَاحْذَرُوْا'' (تو پھر ڈرو) اور ''فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْا'' (اور اگر تم منہ پھیرو گے تو جان لو) کے الفاظ کہہ کر جزا و سزا کے واقع ہونے کو تاکیداً بیان کیا گیا ہے۔

اور جہاں تک سورۃ التغابن کی آیت کا تعلق ہے تو وہاں ایسی کوئی نہی وارد نہیں ہوئی کہ جس کی بنا پر ڈراوے کا یا کسی تاکیدی لفظ کا بیان ہوتا۔ وہاں تو صرف اتنا کہا گیا تھا:

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١﴾﴾

''اور جو کچھ مصیبت آتی ہے تو اللہ کے اذن سے آتی ہے' اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے تو اللہ اس کے دل کو راہِ راست پر لے آتے ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے۔''

اور یہی وجہ ہے کہ یہاں وہ دو زائد الفاظ نہیں آئے جو سورۃ المائدۃ کی آیت میں وارد ہوئے تھے' اور ہر آیت اپنے مقام پر صحیح صحیح مناسبت رکھتی ہے' واللہ اعلم!

(۹۲) آیت ۱۱۸:

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١١٨﴾﴾

''اگر تُو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں' اور اگر تو انہیں معاف کر دے تو تُو طاقتور ہے اور حکمت والا ہے۔''

اور ایسا ہی بیان سورۃ المُمْتَحِنَة کی آیت ۵ میں وارد ہوا ہے:

﴿وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٥﴾﴾

''اور اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما' بے شک تو طاقتور اور حکمت والا ہے۔''

ان دونوں آیات میں اللہ عزوجل کی یہ دو صفات بیان ہوئی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی شان و شوکت اور قوت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' لیکن قرآن میں جو بات اکثر دیکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جہاں مغفرت کا ذکر ہو یا معافی کی طلب ہو وہاں سائلین کے لیے اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات بیان کی جاتی ہیں جن سے رحمت کی امید کی جا سکتی ہو' جیسے سورۃ المؤمنون میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ

الرّٰحِمِيْنَ﴿۱۰۹﴾﴾

''میرے بندوں میں سے ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو تُو ہماری مغفرت فرما' ہم پر رحم کر اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔''

آخر میں ''خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ'' کہہ کر معافی مانگنے کے لیے مناسب وسیلہ اختیار کیا گیا ہے۔ اور سورۂ یوسف کی آیت ۹۲ میں ارشاد فرمایا:

﴿قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴿۹۲﴾﴾

''آج تم پر کوئی ملامت نہیں' اللہ تمہاری مغفرت کرے' اور وہ تمام رحمت کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحمت کرنے والا ہے۔''

اور سورۃ القصص کی آیت ۱۶ میں ارشاد فرمایا:

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾﴾

''اس نے کہا: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو تُو مجھے معاف کر دے' تو اللہ نے اسے معاف کر دیا۔ بے شک وہ معاف کرنے والا' رحمت کرنے والا ہے۔''

اور اس طرح کا خطاب معافی چاہنے کے لیے بالکل مناسب ہے اور قرآن مجید میں اس طرح کا اسلوب بکثرت ملتا ہے۔ اور جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کی قوت' ملکیت اور حکمت کا تذکرہ ہے تو اس کا ذکر وہاں کیا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے اقتدار' حکومت اور بے پایاں علم کو ظاہر کرنا ہو یا یہ بتانا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس پیدا کرنے' حکم دینے کا اختیار ہے اور وہی پالنہار ہے اور وہی سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ مثلاً یہ چند آیات ملاحظہ ہوں:

﴿وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴿۶۲﴾﴾ (آل عمران)

''اور کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے' اور اللہ تعالیٰ ہی شان و شوکت والا اور حکمت والا ہے۔''

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ﴾ (الروم:۲۷)

''اور وہی ہے جو پہلے پیدا کرتا ہے اور پھر اسے دوبارہ لوٹاتا ہے اور یہ بات اس کے لیے بہت آسان ہے' اور زمین و آسمان میں اس کے لیے سب سے اعلیٰ مثال ہے۔''

اور پھر فرمایا:

﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴿۲۷﴾﴾ (الروم)

''اور وہی عزت (یعنی شان و شوکت) والا' حکمت والا ہے۔''

﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۷﴾﴾ (الفتح)

''اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں اور اللہ تعالیٰ شان و شوکت والا' حکمت والا ہے۔''

اور سورۃ الحشر اور سورۃ الصّف کی پہلی آیت میں ارشاد فرمایا:

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ①﴾

''جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں' اور وہی عزیز اور حکیم ہے۔''

اور ایسے ہی باقی دوسری آیات جہاں اللہ تعالیٰ کے قاہر ہونے' ہر چیز کا مالک ہونے' ہر چیز کا احاطہ کرنے اور ہر چیز پر قدرت رکھنے کا اظہار مقصود ہوتا ہے —— یہاں سوال کرنے والا سوال کر سکتا ہے کہ سورۃ المائدۃ اور سورۃ الممتحنہ میں عزیز و حکیم پر آیت کا اختتام کیا معنی رکھتا ہے؟

جواب کے لیے تھوڑی سی تفصیل درکار ہے اور وہ یہ کہ سورۃ المائدۃ کی آیت کی بنیاد ہی اللہ تعالیٰ کی حکومت اور بادشاہت کے سامنے تسلیم و رضا کی کیفیت کو ظاہر کرنا ہے۔ اگر اس آیت کے آخر میں یوں کہا جاتا کہ ''وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ'' یعنی اے اللہ! اگر تو ان کی مغفرت فرما دے تو تُو مغفرت کرنے والا اور مہربان ہے' تو یہاں مغفرت طلب کرنے کی طرف اشارہ ہو جاتا' اور یہ آیت کا مقصود نہیں ہے۔ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ادا شدہ کلمات پر مشتمل ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کامل سپردگی کا اظہار کر رہے ہیں' ان کے لیے مغفرت کے خواہاں نہیں ہیں' بلکہ وہ تو اپنے آپ کو ان سے چھڑانا چاہتے ہیں اور ان کے بارے میں اللہ کے فیصلے پر راضی نظر آتے ہیں۔

غزنوی ارشاد فرماتے ہیں: ''یہاں ''غفور رحیم'' نہیں کہا' کیونکہ یہاں مقصود اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے جھک جانا ہے' اور اگر مغفرت کا ذکر کیا جاتا تو پھر مغفرت طلب کرنے کی طرف اشارہ ہو جاتا۔ ''الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ'' کہنے سے گویا وہ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اگر آپ مغفرت بھی کریں تو آپ کی شان و شوکت میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور یہ امر آپ کی حکمت سے بھی باہر نہ ہوگا۔

اب آئیے سورۃ الممتحنہ کی آیت کی طرف' یہاں ارشاد ہو رہا ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ⑤﴾

''اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لیے آزمائش نہ بنا' اے رب ہماری مغفرت فرما' بے شک تو عزیز ہے' حکیم ہے۔''

میں یہ کہوں گا کہ آیت کا آخری ٹکڑا ﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ⑤﴾ مبنی ہے آیت کے پہلے حصے یعنی ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ پر۔ مراد یہ ہے کہ اے اللہ! تو انہیں ہم پر غلبہ نہ عطا کر' کہ پھر وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ حق پر ہیں اور اس طرح ہماری مغلوبیت ان کے لیے آزمائش نہ بن جائے' اے اللہ! ہمیں اس مغلوبیت سے بچائیو' اور بے شک تو انہیں روکنے اور ہماری نصرت کرنے پر قادر ہے۔ تو عزیز ہے کہ کوئی شخص تیرے ارادے کے خلاف کچھ کرنے پر قادر نہیں ہے' اور جو تو چاہتا ہے' کوئی اسے روک نہیں سکتا' اور چونکہ اہلِ ایمان جانتے ہیں کہ جو کوئی مصیبت ان پر آتی ہے تو وہ خود ان کے ہاتھ کی کمائی ہے' اس لیے انہوں نے اپنے کیے پر معافی مانگی ہے' ان کی یہ دعا ''وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا'' کلام کے درمیان وارد ہوئی ہے۔ گویا کلام میں تقدیم و تاخیر ہے' وہ یوں کہنا چاہ رہے ہیں:

رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ

''اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لیے آزمائش نہ بنا' بے شک تو عزیز ہے' حکیم ہے۔''

اور پھر وہ اپنی خطاؤں پر یہ کہہ کر مغفرت طلب کرتے ہیں:

وَاغۡفِرۡ لَنَا رَبَّنَا ''اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما۔''

اور جیسا کہ ہم نے کہا کہ یہ جملہ درمیان میں آ گیا ہے تاکہ ان کی ایمانی کیفیت کا اظہار ہو سکے کہ وہ اللہ کے سامنے پوری طرح سپر انداز ہیں۔ اس وضاحت کے بعد دونوں آیتوں کا مقصود اور مدّعا نکھر کر سامنے آ جاتا ہے اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جس جملے پر دونوں آیتوں کا اختتام ہوا ہے وہی مناسب تھا' اور اگر دوسری کوئی ترکیب ہوتی تو قطعاً مناسب نہ ہوتی۔ واللہ اعلم!

اور اگر پھر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کا اس سوال کا جواب کیا ہوگا جو بعض متاخرین کی طرف سے پیش کیا گیا ہے کہ اس آیت میں ﴿وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَھُمۡ﴾ کے بعد ''فَاِنَّھُمۡ عِبَادُكَ'' کے الفاظ محذوف ہیں (جو کہ سورۃ المائدۃ میں وارد ہوئے ہیں) اور پھر فرمایا: ﴿فَاِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ﴾ اور اس محذوف کو مان کر ہی بات مکمل ہوتی ہے۔ جواباً میں کہوں گا کہ یہ بات دونوں اعتبار سے غلط ہے' موضوع کی مناسبت کے اعتبار سے بھی اور اعراب کے اعتبار سے بھی۔ جہاں تک موضوع کی مناسبت کا تعلق ہے تو وہ ہم پوری طرح واضح کر چکے ہیں اور جہاں تک اعراب کا تعلق ہے تو یہاں اس محذوف کو مان کر اعراب بھی صحیح و سالم نہ رہے گا۔

[یہاں مؤلف نے سیبویہ کے حوالے سے ایک دقیق نحوی بحث کی ہے جو عربی لغت کے ماہرین کی دلچسپی کا سامان رکھتی ہے' اس لیے ہم شائقین کو مشورہ دیں گے کہ وہ اس بحث کو اصل عربی متن میں دیکھ سکتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ کتاب انٹرنیٹ پر دستیاب ہے: (ص ح)]

سُورۃ الانعام

(۹۳) آیت ۵:

﴿فَقَدۡ کَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمۡ ؕ فَسَوۡفَ یَاۡتِیۡھِمۡ اَنۡۢبٰٓؤُا مَا کَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَھۡزِءُوۡنَ ۵﴾

''اور انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس پہنچا' تو عنقریب ان کے پاس خبریں آئیں گی ان تمام چیزوں کی جن کو وہ جھٹلایا کرتے تھے۔''

اور سورۃ الشعراء کی آیت ۶ میں ارشاد فرمایا:

﴿فَقَدۡ کَذَّبُوۡا فَسَیَاۡتِیۡھِمۡ اَنۡۢبٰٓؤُا مَا کَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَھۡزِءُوۡنَ ۶﴾

''اور انہوں نے جھٹلایا تو ان کے پاس خبریں آ جائیں گی ان تمام چیزوں کی جن کو وہ جھٹلایا کرتے تھے۔''

یہاں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ سورۃ الانعام کی آیت میں دو باتیں ایسی کہی گئی ہیں جو سورۃ الشعراء کی آیت

میں نہیں ہیں‘ یعنی: ’’بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَ هُمْ‘‘ اور ’’فَسَوْفَ‘‘ جو کہ حروف تنفیس (س اور سوف بمعنی عنقریب) کا اضافہ۔ تو اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب ہماری دانست میں یہ ہے‘ واللہ اعلم! کہ سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ کے قاہر ہونے‘ پیدا کرنے اور عدم سے وجود میں لانے کا موضوع کافی وسعت اور طوالت کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ پہلی ہی آیت میں ارشاد فرمایا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ط ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝۱﴾

’’تعریف اس اللہ کی جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیاں اور روشنی بنائیں‘ اور پھر (دیکھو) کہ جو لوگ کفر کرتے ہیں وہ اپنے رب کے ساتھ (غیر اللہ کو) برابر قرار دیتے ہیں۔‘‘

تو ملاحظہ ہو کہ یہاں آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا ذکر کیا‘ پھر اندھیرے اور روشنی کے پیدا کرنے کا ذکر کیا۔ اندھیرا جب کہ اجرام فلکی کو پیدا کیا تھا اور روشنی ان کواکب اور شمس و قمر کی جنہیں اللہ تعالیٰ نے آسمان کی زینت بنایا ہے‘ اور جن سے نہ صرف روشنی ملتی ہے‘ بلکہ راستے کی رہنمائی بھی ملتی ہے۔ اس کے بعد بتایا کہ کیسے انسان کو مٹی سے بنایا۔ یہی مضمون تنبیہ کی غرض سے بار بار قرآن میں بیان ہوا ہے۔ سورۃ الجاثیہ میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝۳﴾

’’بے شک آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے لیے نشانیاں ہیں۔‘‘

سورۃ الفرقان میں ارشاد فرمایا:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا ۝۶۱﴾

’’بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمان میں بروج بنائے اور اس میں ایک روشن چراغ رکھا۔‘‘

اور پھر سورۃ الانعام ہی میں ارشاد ہوا:

﴿وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ۝۴﴾

’’اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے جب کوئی نشانی آتی ہے تو وہ اس سے پہلو بچاتے ہیں۔‘‘

چنانچہ آیات کے ان تفصیلی بیانات کا تقاضا تھا کہ جب ان کے جھٹلائے جانے کا ذکر ہو تو وہ بھی تفصیل کے ساتھ ہو‘ اسی لیے ﴿فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَ هُمْ ط﴾ کے الفاظ لائے گئے اور اس کے بعد ﴿فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ﴾ میں بجائے حرف سین کے ’’سوف‘‘ کا لفظ لایا گیا۔ یعنی جہاں تفصیلی بیان ہو وہاں الفاظ میں زیادتی کرنا بھی مناسب ہوتا ہے۔

اب آئیے سورۃ الشعراء کی آیت کی طرف۔ اس سے قبل ابتداء سورت سے ارشاد فرمایا:

﴿تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝۲﴾ ’’یہ روشن کتاب کی آیات ہیں۔‘‘

پھر نبی اکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۝۳﴾

”شاید آپ اپنی جان کے درپے ہو جائیں گے صرف اس لیے کہ وہ ایمان نہیں لا رہے۔“

یہاں بھی خطاب نبی اکرم ﷺ سے ہے‘ اور کسی قسم کی یاددہانی نہیں ہے۔ پھر فرمایا:

﴿اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُہُمۡ لَہَا خٰضِعِیۡنَ ﴿۴﴾﴾

”اگر ہم چاہیں تو ان کے اوپر آسمان سے ایک ایسی نشانی اتاریں کہ جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں۔“

یہاں بھی نبی اکرم ﷺ کے لیے تسلی کے الفاظ کہے گئے ہیں‘ گویا اگر یاددہانی کی گئی ہے تو صرف پہلی آیت میں: ﴿تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾﴾۔ اور اگر کفار کی مذمت میں کچھ کہا گیا ہے تو وہ صرف اگلی ایک آیت میں‘ فرمایا:

﴿وَمَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ ذِکۡرٍ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ مُحۡدَثٍ اِلَّا کَانُوۡا عَنۡہُ مُعۡرِضِیۡنَ ﴿۵﴾﴾ (الشعراء)

”اور ان کے پاس اگر رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آ جاتی تو وہ اس سے روگردانی کر لیتے۔“

یہ سورۃ الانعام کی آیت کے مقابلہ میں اختصار ہے‘ اس لیے مناسب تھا کہ اختصار کے مقابلے میں ان کی عاقبت کا ذکر کرتے ہوئے بھی اختصار سے کام لیا جاتا‘ فرمایا:

﴿فَقَدۡ کَذَّبُوۡا فَسَیَاۡتِیۡہِمۡ اَنۡۢبٰٓؤُا مَا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۶﴾﴾ (الشعراء)

یعنی جہاں تفصیل تھی وہاں کلام بھی مفصّل تھا اور جہاں ایجاز تھا وہاں عبارت بھی مختصر تھی۔

(۹۴) آیت ۶:

﴿اَلَمۡ یَرَوۡا کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مَا لَمۡ نُمَکِّنۡ لَّکُمۡ﴾

”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کیا ہے کہ جنہیں ہم نے زمین میں ایسی قوت عطا کی تھی جو ہم نے تم کو عطا نہیں کی۔“

اور سورۃ الشعراء کی آیت ۷ میں ارشاد فرمایا:

﴿اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الۡاَرۡضِ کَمۡ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ ﴿۷﴾﴾

”کیا انہوں نے نہیں دیکھا زمین کی طرف کہ ہم نے اس میں ہر نفیس جوڑے کو اُگایا ہے۔“

یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں:

(۱) آیۃ الشعراء میں واوِ عاطفہ (اَوَ) لایا گیا ہے جب کہ سورۃ الانعام کی آیت میں وہ گرا ہوا ہے۔

(۲) یہ بتایا جائے کہ ہر دو آیات کی اپنی اپنی جگہ کیا مناسبت ہے؟

جواباً عرض ہے کہ گو دونوں سورتوں میں نشانیوں کا ذکر ہے‘ لیکن سورۃ الانعام کی آیات میں پچھلی قوموں کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کا تو ذکر ہے‘ لیکن اس کے ساتھ کفار کے لیے وہ فہمائش اور ڈراوا نہیں ہے جو سورۃ الشعراء کی آیات میں پایا جاتا ہے۔ آیات ایک دفعہ پھر ملاحظہ ہوں‘ فرمایا:

﴿تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾﴾

کتاب مبین کہہ کر ایک قسم کی تنبیہہ کی جا رہی ہے۔ پھر فرمایا:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ③﴾

گویہاں نبی اکرم ﷺ کے لیے تسلی بخش خطاب ہے‘ جیسے پہلے ذکر کیا گیا‘ لیکن اس خطاب کی تہ میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے ایک دھمکی آمیز پیغام چھپا ہوا ہے۔ پھر فرمایا:

﴿اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ④﴾ (الشعراء)

اس آیت میں بھی ایسی نشانی کے اتارے جانے کا ذکر ہے جو اگر واقع ہو جائے تو ان کی گردنیں جھک جائیں گی۔

تو اس اختلاف کی بنا پر سورۃ الانعام کی آیت میں صرف ’’اَلَمْ يَرَوْا‘‘ کہا گیا‘ اور اس کے مقابلے میں سورۃ الشعراء کی آیت میں استفہام کے ساتھ واوِ عاطفہ کا بھی اضافہ کر کے کہا گیا: ’’اَوَلَمْ يَرَوْا‘‘۔

فصل

مذکورہ آیت میں اور اسی طرح سورۃ السجدۃ اور سورۃ صٓ کی آیات میں ’’مِنْ قَبْلِهِمْ‘‘ میں حرف ’’مِنْ‘‘ کا اضافہ ہے جو پانچ دوسری آیات میں وارد نہیں ہوا‘ صرف ’’قَبْلَهُمْ‘‘ کہا گیا۔ پہلے ہم ان تین آیات کا ذکر کرتے ہیں جن میں ’’مِنْ‘‘ کا اضافہ ہے:

(۱) ﴿اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ (الانعام:۶)

(ترجمہ پہلے گزر چکا ہے)

(۲) ﴿اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ﴾ (السجدۃ:۲۶)

’’کیا اس بات نے بھی انہیں ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کیا ہے کہ جن کے گھروں میں یہ چل پھر رہے ہیں۔‘‘

(۳) ﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ③﴾ (صٓ)

’’ہم نے ان سے پہلے بھی بہت سی امتوں کو ہلاک کر ڈالا تو انہوں نے چیخ و پکار کی لیکن وہ وقت چھٹکارے کا نہ تھا۔‘‘

اب آیئے ان پانچ آیات کی طرف جن میں ’’مِنْ‘‘ محذوف ہے:

(۱) ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ⑦④﴾ (مریم)

’’اور ہم ان سے قبل کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ساز و سامان اور نام و نمود میں ان سے بڑھ چڑھ کر تھیں۔‘‘

(۲) ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ﴾ (مریم:۹۸)

’’اور ہم نے ان سے قبل کتنی جماعتوں کو ہلاک کیا ہے‘ کیا تو ان کی آہٹ تک پاتا ہے؟‘‘

(۳) ﴿اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ﴾ (طٰہٰ:۱۲۸)

’’کیا انہیں یہ بات بھی ہدایت نہ دے سکی کہ ہم نے ان سے قبل بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا ہے جن کی بستیوں میں وہ چلتے پھرتے ہیں۔‘‘

(۴) ﴿اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴿٣١﴾﴾ (یٰسٓ)

''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے قبل بہت سی جماعتوں کو ہلاک کر دیا ہے (وہ پھر ایسے گئے) کہ دوبارہ ان کی طرف نہ لوٹیں گے۔''

(۵) ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا﴾ (قٓ:۳۶)

''اور ہم نے ان سے قبل کتنی قوموں کو ہلاک کیا ہے جوان سے طاقت میں بہت زیادہ تھے۔''

اور سوال ظاہر ہے کہ یہ حرف ''مِنْ'' ان پانچ آیات میں کیوں ساقط ہوا ہے جب کہ وہ پہلی تین آیات میں ذکر کیا گیا ہے جب کہ موضوعِ کلام ایک ہی ہے؟

جواب اس کا یہ ہے' واللہ اعلم' کہ جن آیات میں حرف ''مِنْ'' کا اضافہ ہے وہاں نصیحت اور عبرت کے حصول میں تاکید مراد ہے۔ دیکھا جائے تو ان آیات میں یا تو مفصّل طور پر وعید (سزا کی دھمکی) کا بیان ہوگا یا تہدید (ڈراوے) کا کثرت سے ذکر ہوگا۔ گویا جہاں مضمون زیادہ شدت کا رخ اختیار کر گیا ہے وہاں ''مِنْ'' ذکر کیا جائے گا اور جہاں تخفیف کا پہلو نمایاں ہوگا وہاں ''مِنْ'' حذف کر دیا جائے گا۔

اب ہم ایک ایک آیت کا مستقل تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) سورۃ الانعام کی آیت سے قبل اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا تذکرہ ہوا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۭ﴾ (آیت ۱)

''کل تعریف اور تمام شکر اُس اللہ کے لیے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی اور بنایا اندھیروں اور اُجالے کو۔''

اور کفارِ عرب اللہ تعالیٰ کو بحیثیت خالق خوب جانتے تھے' جیسا کہ سورۃ الزخرف میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ (آیت ۸۷)

''اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے انہیں پیدا کیا ہے تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے!''

اور پھر سورۃ الانعام کی اگلی آیت میں ان کے اللہ کی نشانیوں سے اعراض کرنے کا ذکر ہوا۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ﴿٤﴾﴾

پھر اس کے بعد وہ آیت آتی ہے جس میں ان کے حق کو جھٹلانے اور اس کے نتیجے میں سزا بھگتنے کا ذکر ہے:

﴿فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰۗؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴿٥﴾﴾

(ان آیات کا ترجمہ قبل ازیں گزر چکا ہے۔)

تو یہاں ان کے حق سے منہ پھیرنے کا اور پھر ان کے سزا کا مستحق ہونے کا شدت سے بیان ہو گیا۔

(۲) اور یہی شدت اور عذاب کی وعید کا ذکر ہے سورۃ السجدۃ کی آیت میں جہاں ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ﴾ (آیت ۲۲)

''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کی یاددہانی کی گئی' لیکن اس نے ان سے

روگردانی کی۔‘‘

اور پھر اسی سورت کے آخر میں خوب گرج چمک کے ساتھ یوں خطاب کیا گیا:

﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ﴿۳۰﴾﴾

’’تو پھر تم بھی ان سے اعراض کرو اور انتظار کرو‘ وہ بھی انتظار میں لگے رہیں گے۔‘‘

تو یہاں بھی ’’مِنْ‘‘ کا اضافہ نہایت مناسب تھا۔

(۳) اب رہی سورۃ ’’ص‘‘ کی آیت‘ تو شروع سے لے کر آیت ۱۵ تک ملاحظہ ہو کہ کس شدت کے ساتھ کفار کی سرکشی کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ آیت ۱۵ میں ارشاد ہوا:

﴿وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴿۱۵﴾﴾

’’انہیں صرف ایک چیخ کا انتظار ہے کہ جس کے بعد کوئی ڈھیل نہ دی جائے گی۔‘‘

اور پھر ان کے سرکش رویے کا بیان ہے کہ وہ کیسے استہزاء کے طور پر کہتے ہیں:

﴿عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴿۱۶﴾﴾

’’یومِ حساب سے پہلے ہمارے حصے کا عذاب ابھی سے بھیج دے۔‘‘

اور ان کے اسی رویے کو دیکھتے ہوئے اللہ کے نبی ﷺ کو ہدایت ہوئی:

﴿اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ (آیت ۱۷) ’’وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے۔‘‘

اور پھر حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہے اور یہ کہ اللہ نے ان کے لیے پہاڑوں کو اور پرندوں کو مسخر کر دیا اور اگر اللہ چاہتا تو ان لوگوں کو بھی ہدایت ہو جاتی (اگر وہ ہدایت کے راستے پر آتے۔)

ان آیات میں چونکہ نہ صرف کفارِ قریش بلکہ پچھلی قوموں کی سرکشی کا بھی شدت سے بیان ہوا ہے اس لیے مناسب تھا کہ ’’مِنْ‘‘ کے اضافے کے ساتھ کہا جاتا: ﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ (صٓ:۳)

اب آیئے باقی پانچ آیات کی طرف جن میں ’’مِنْ‘‘ کا اضافہ نہیں ہے۔ ان تمام آیات کے سیاق وسباق کو دیکھ لیں‘ وہاں کہیں بھی وعید اور تہدید کا وہ سخت بیان نہیں ہے جو مذکورہ تین آیات میں تھا۔ پھر بھی ہم ان میں سے ہر ایک آیت کا مختصر بیان کیے دیتے ہیں۔

(۴) سورۂ مریم کی آیت ملاحظہ ہو:

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا﴿۷۴﴾﴾

’’اور ہم ان سے پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ساز وسامان اور نام ونمود کے اعتبار سے ان سے بہتر تھے۔‘‘

یعنی یہاں ان کی سرکشی کی طرف اشارہ نہیں بلکہ دنیوی مال ومتاع اور کثرتِ اولاد کا فخر انہیں لے ڈوبا۔ سورۂ سبا میں ان کا یہ قول نقل ہوا:

﴿نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴿۳۵﴾﴾

''ہم تو مال اور اولاد میں بڑھ چڑھ کر ہیں اور ہمیں کچھ عذاب نہ ہوگا۔''

اگر انہیں ذرا سی بھی بصیرت حاصل ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے وہ ہدایت پا جاتے:

﴿اِنَّمَا نُمۡلِیۡ لَهُمۡ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا ۚ﴾ (آل عمران:۱۷۸)

''ہم تو انہیں اس لیے مہلت دیتے ہیں کہ وہ گناہوں میں اور بڑھ جائیں۔''

اور پھر سورۃ مریم ہی کے سیاق میں یہ آیت آ رہی ہے جس میں وعید اور تہدید کی شدت نہیں ہے:

﴿فَسَیَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ هُوَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّ اَضۡعَفُ جُنۡدًا ﴿۷۵﴾﴾

''تو پھر وہ جان لیں گے کہ قدر و منزلت کے اعتبار سے کون بدتر ہے اور کس کا لاؤ لشکر بہت کمزور اور بے جان ہے۔''

(۵) بلکہ وہ آخری آیت جس میں ''مِنۡ'' کا اضافہ نہیں ہے‘ اس میں بھی انداز بیان دھیما رکھا گیا ہے‘ فرمایا:

﴿وَ کَمۡ اَهۡلَکۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ ؕ هَلۡ تُحِسُّ مِنۡهُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِکۡزًا ﴿۹۸﴾﴾

''اور ہم نے ان سے قبل کتنی جماعتوں کو ہلاک کیا ہے‘ کیا ان میں سے ایک کی آہٹ بھی تو پاتا ہے یا ان کی آواز کی بھنک بھی تیرے کان میں آتی ہے؟''

(۶) سورۂ طٰہٰ کی آیت میں تو یہ کہہ کر امید کی جوت جگائی گئی ہے:

﴿اَفَلَمۡ یَهۡدِ لَهُمۡ﴾ ''کیا ان کی ہدایت کے لیے یہ کافی نہیں ہے!''

اور انہیں ''عقل والوں'' کا خطاب دے کر نرم خطاب سے نوازا۔ فرمایا:

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی ﴿۱۲۸﴾﴾

''اور اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔''

(۷‘۸) سورۂ یٰسٓ اور سورۂ قٓ کی آیات میں وہ اسلوبِ بیان ہے جس میں نصیحت اور عبرت دلانا اور نعمتوں کی یاد دہانی مقصود ہے۔ سورۂ یٰسین میں ارشاد فرمایا:

﴿اَفَلَا یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۳۵﴾﴾ ''کیا وہ شکر نہیں کرتے؟''

اور شکر تو ایمان بجالانے اور اللہ کی کتابوں کی تصدیق ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور سورۂ قٓ میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَهٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ هُوَ شَهِیۡدٌ ﴿۳۷﴾﴾

''اس میں عبرت ہے ہر اس شخص کے لیے جس کے پاس دل ہو یا وہ حاضر رہتے ہوئے کان لگا کر سنے۔''

ہم سمجھتے ہیں کہ جو بات ہم واضح کرنا چاہتے تھے اس پر سیر حاصل بحث ہوگئی۔ واللہ اعلم!

❁❁❁

میثاق‘ حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے انٹرنیٹ ایڈیشن

تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجیے۔